اِعتکاف

فضائل واحکام ومسائل

مع

عورت اعتکاف کہاں کرے
مسجد یا گھر؟

مصنفین

فضیلۃ الشیخ محمد علی اسماعیل حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

اعتکاف

فضائل، احکام و مسائل

عورت اعتکاف کہاں کریں
مسجد یا گھر

؟

نام کتاب	اعتکاف فضائل، احکام و مسائل
مصنفین	ابو المنیب محمد علی خاصخیلی • فضیلۃ الشیخ محقق العصر ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تعالیٰ
زیر اہتمام	پٹنی محمد یوسف شیخ
کمپوزنگ	(حسن کتابت اینڈ گرافکس) محمد دانش عالم (علی)
سن اشاعت	نومبر 2003ء
تعداد	1100
قیمت	-/26

ہماری مطبوعات مندرجہ ذیل جگہوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں

مکتبہ أحیاء الاسلام کورٹ روڈ، کراچی۔ فون نمبر:2635935

مکتبہ نور حرم ۶۰ نعمان سینٹر بلاک ۵ گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 4965124

مکتبہ ایوبیہ، متصل محمدی مسجد برنس روڈ، کراچی۔ فون نمبر

مکتبہ دار الراشدیہ، موسیٰ لین کراچی۔

بیت القرآن، اردو بازار کراچی۔ فون نمبر 2633342-260744

مکتبہ الدعوۃ السلفیۃ، نزد محمدی مسجد اہلحدیث، پکا قلعہ دروازہ، حیدرآباد۔ فون نمبر

سید قاسم شاہ راشدی درگاہ شریف پیر جھنڈو نزد نیو سعید آباد، تحصیل ہالہ ضلع حیدرآباد، سندھ۔

ادارہ تحقیقات سلفیہ

پی، او، بکس نمبر 6524 پوسٹ کوڈ 74000 کراچی۔ فون نمبر 7510419(021)

نزد بسم اللہ کیمیکل اسٹور، حسن علی مارکیٹ، دوکان نمبر 1، نارتھ نیپیئر روڈ، جوڑیا بازار کراچی۔

پہلے مجھے پڑھیے

ادارہ تحقیقات سلفیہ

کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ علماء و قارئین کو بہتر سے بہتر کتب
فراہم کی جائیں، اسی سلسلے کی یہ کتاب

اعتکاف فضائل، احکام و مسائل

آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے اس کتاب کی بارہا پروف ریڈنگ کی گئی ہے، اس کے باوجود بھی اگر کوئی غلطی یا کمی علماء و قارئین محسوس کریں تو اسے ادارہ تحقیقات سلفیہ کو آگاہ کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان غلطیوں کی اصلاح کی جاسکے۔

شکریہ

والسلام

پٹنی محمد یوسف شیخ

ادارہ تحقیقات سلفیہ

فہرست

باب اول

اعتکاف

فضائل، احکام و مسائل

مصنف
ابو المنیب محمد علی خاصخیلی حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ ، و علیٰ صحبه و من اهتدی بهداه ۔ اما بعد !

زیرِنظر کتاب ''اعتکاف'' فضائل، احکام ومسائل مع عورت اعتکاف کہاں کرے، مسجد یا گھر؟ دو مقالات کا مجموعہ ہیں، اول الذکر فضیلۃ الشیخ ابو المنیب محمد علی خاصخیلی حفظہ اللہ تعالیٰ کی کاوش اور دوئم فضیلۃ الشیخ محقق العصر ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق ۔ مندرجہ ذیل کتاب میں اعتکاف کے مسائل کے حوالے سے عوام الناس میں جو تشنگی پائی جاتی تھی اسے دور کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے، ہر مسئلے میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم رکھا گیا ہے، بالخصوص اعتکاف میں بیٹھنے والوں کے لیے وعظ ونصیحت پڑھنے سے قابل رکھتی ہے، دعا ہے اللہ رب العزت اس کتاب کو مصنفین ، ناشر اور جن مرحومین کے لیے ایصال ثواب کے طور پر شائع کی جارہی ہے ان کے درجات بلند فرمائے اور مصنفین وناشرین کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے ۔ آمین

والسلام

حافظ محمد نعیم سنگتراشی، کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اعتکاف

(رغبت الی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک اہم ذریعہ)

الحمد للہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ خاتم النبیم ، و علیٰ الہ و صحبہ اجمعین ، و من تبعھم باحسان الی یوم الدین ۔

اما بعد!

اللہ رب العزت کا ہم سب پر یہ بڑا اکرم واحسان ہے کہ اس نے ہمیں ایک بار پھر ماہ رمضان جیسا بابرکت مہینہ دیکھنا نصیب فرمایا۔ ایک بار پھر موقع عنایت فرمایا کہ ہم اپنے گناہوں کی معافی تلافی کرلیں اپنی اصلاح کرلیں ، اور اپنے رب کو راضی کرلیں۔

ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ، روزوں کا مہینہ، صبر کا مہینہ، ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کا مہینہ، اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ جہنم سے نجات اور جنت میں داخلے کا مہینہ ہے۔ بلا شبہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے عبادت تلاوت قرآن، ذکر واذکار، صدقہ، خیرات، کرنے اور اپنے رب سے بخشش ومغفرت طلب کرنے کا مہینہ ہے۔ اور گناہ گار سے گناہ گار انسان بھی ایسے مبارک مہینے میں شوق ورغبت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتا ہے۔

اور اپنی سابقہ زندگی کی سیاہ کاریوں کی مغفرت وبخشش چاہتا ہے۔

یوں تو پورا رمضان ہی عبادت، ذکر واذکار، تلاوت قرآن، فرائض ونوافل کی پابندی، صدقہ وخیرات نیکی واحسان کا مہینہ ہے۔ مگر اس کا آخری عشرے کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ آخری عشرے میں باقی ایام کی نسبت عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے۔ خود بھی جاگتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے۔ آپ ﷺ ہر رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے۔ آپ ہمیشہ اس پر کاربند رہے۔ اور جس سال آپ نے رحلت فرمائی باقاعدہ اس سال رمضان میں آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ بلکہ کسی وجہ سے ایک رمضان میں آپ اعتکاف نہ کر سکے تو آپ نے اس کے عیوض شوال میں اعتکاف کیا۔

رمضان کے آخری عشرے کی اہمیت اور خصوصیت کی ایک وجہ لیلتہ القدر بھی ہے۔ کیونکہ یہ رات بھی رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے اور آپ ہمیشہ اسی رات کو تلاش کرنے کی خاطر اسی کے عشرے کا اعتکاف فرماتے اور اپنے صحابہ کو بھی ترغیب دیتے۔ کیونکہ اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اور افضل ہے۔ اس رات کی عبادت سابقہ تمام گناہوں کی معافی وبخشش کا باعث بنتی ہے۔

لہذا جو اس رات سے محروم رہا گویا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا۔

اس رات کو تلاش کرنے کا بہترین طریقہ جو آپ ﷺ سے منقول ہے وہ ہے اعتکاف کرنا۔ آپ ﷺ بھی ہمیشہ اعتکاف کے ذریعہ ہی اس رات کو تلاش فرمایا کرتے تھے۔ کیوں اس اعتکاف میں انسان اپنے تمام کاروبار کو چھوڑ کر دنیا کے بکھیڑوں سے دور یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں مسجد کے ایک کونے میں آ کر رہائش اختیار کرتا ہے۔ اور اپنے رب سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے۔ پھر انتہائی عاجزی اور انکساری اور محتاجی، بے بسی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اپنی جبیں کو خاک میں ملاتا ہے، روتا ہے، گریہ زاری کرتا ہے، گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے۔ اور لیلۃ القدر کی تلاش کرتے ہوئے اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا کا طلبگار بن جاتا ہے۔

اعتکاف اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت اور اس سے محبت اور اس پر توکل کا اہم ذریعہ ہے۔ جس سے انسان کا سیاہ قلب، قلب سلیم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دل ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر انسان کی جسمانی اور روحانی صحت کا مدار ہے۔ اچھے اور برے خیالات یا شیطانی وسوسے دل ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ دل کی بات اور دل کی خواہش ہی انسان کی عقل پر پردہ ڈالتی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے انسان کے اچھے یا برے ہونے میں اس کے دل کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اور یہ بھی بیان فرمایا کہ تقویٰ کا مقام دل ہے۔ لہذا اس دل کی اصلاح

کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اور دل کی اصلاح کا ایک اہم ذریعہ اعتکاف بھی ہے۔ کیونکہ اعتکاف میں انسان کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے اس کا خالق و مالک اس سے راضی ہو جائے۔ چونکہ دل میں اس کا ارادہ ہوتا ہے اور اعتکاف میں چونکہ وہ دنیا اور دنیاداروں سے دور ہوتا ہے۔ لہذا اس کا دل مکمل طور پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف مائل ہوتا ہے۔

امام ابن قیم رحمتہ اللہ نے اعتکاف کے رغبت الی اللہ اور اصلاح قلب کے ایک اہم ذریعہ وسیلہ ہونے پر نہایت موزوں کلام فرمایا ہے۔ جسے ہم من وعن نقل کر رہے ہیں۔ چنانچہ امام ابن قیم رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔

قلب کی اصلاح واستقامت اللہ کی طرف لے جانے والی راہ، ذات الٰہی پر اعتماد کلی سے حاصل ہوتی ہے، اللہ کی طرف رغبت ہی دل کی بے کلی کو دور کرسکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف میلان ہی دل کے روگ کا تنہا اور شافی علاج ہے، اور چونکہ خورد نوش میں زیادتی، لوگوں سے بیکار ملنا جلنا، لغو گوئی، اور زیادہ سونا ایسے افعال ہیں جن سے (قلب) کی پریشانی بڑھتی اور تشت وافتراق واقع ہوتا ہے۔ یہ چیزیں اللہ کے راستے میں آڑ بنتی یا اس میں ضعف وکجی پیدا کرتی ہیں، اسی لیے پروردگار عزیز ورحیم نے بندوں پر اپنی رحمت کے باعث روزہ فرض کر دیا کہ کثرت خورد نوش میں کمی ہو جائے اور قلب سے شہوانی اخلاط ہٹ

جائیں۔ جو اللہ کی طرف رغبت کرنے میں مارج ثابت ہوتے ہیں، یہ چیزیں بندے پر خود اسی کی بھلائی، فائدے اور مصلحت کے لیے فرض کیں کہ وہ دنیا و آخرت میں ان سے متمتع ہو۔

نیز اعتکاف مشروع فرمایا جو اصل مقصد ہے جس سے آدمی کا دل خود بخود اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوتا ہے، وہ اس پر بھروسہ کرتا ہے اور مخلوقات کی مصروفیات سے علیحدہ ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی (عبادت میں) مشغول ہو جاتا ہے۔اس طرح کہ قلب گہوارہ افکار و آلام نہیں رہتا، ذکر و محبت الٰہی کا نشیمن بن جاتا ہے، پھر یاد الٰہی کے سوا کوئی اور کوئی یاد باقی نہیں رہ جاتی، بس یہی خیال رہتا ہے کہ اللہ کی رضا اور قرب حاصل ہو، چنانچہ وہ مخلوق کی بجائے اللہ تعالیٰ سے انس حاصل کرتا ہے۔اور اللہ بھی اسی سے اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ جس دن قبر میں وحشت ہوگی۔اور کوئی انیس نہ ہوگا اور نہ سامان فرحت ہوگا وہاں پر وہ اس کا انیس ہوگا۔

دراصل اعتکاف کا سب سے بڑا مقصود یہی ہے، اور چونکہ یہ مقصد اسی طرح حاصل ہوسکتا ہے کہ روزہ اعتکاف روزے کے ساتھ ہو۔ اسی لیے اعتکاف کو بھی رمضان کے آخری عشرے میں شروع کیا گیا جو روزے کے باقی تمام ایام سے افضل ہے۔(زاد المعاد ۱/۴۳۵، ۴۳۶ صوم النبی صفحہ ۱۹۰، ۱۸۹)

لہذا رمضان المبارک کی یہ گھڑیاں ہمارے لیے سرمایہ حیات ہیں پھر کون جانے کس خوش نصیب کو یہ لمحات دوبارہ میسر آئیں۔ لہذا ہمیں ان لمحات کی قدر کرتے ہوئے روزوں کے ساتھ ساتھ اعتکاف کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔ تاکہ ان انمول گھڑیوں کی برکات سے بہرہ ور ہوسکیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرسکیں۔

کتاب مذکور''اعتکاف'' فضائل ،احکام ومسائل میں ہم نے تمام ضروری مسائل احادیث صحیح کی روشنی میں جمع کر دیے ہیں اور چند ایک اختلافی مسائل میں ہم نے اپنے مؤقف کو علمائے سلف اقوال کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

ہم عوام الناس واحباب علم کی طرف سے کسی بھی قسم کی تشنگی محسوس یا غلطی کی نشاندہی پر خلوص دل سے شکر گزار ہونگے۔ اور آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرینگے (انشاء اللہ تعالیٰ) اس کار خیر میں جن جن حضرات نے تعاون فرمایا ہے ہم ان کے تہہ دل سے ممنون ہیں اور محترم حافظ محمد نعیم مدیر ادارہ تحقیقات سلفیہ کراچی اور ان کے معاونین خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جن کی کاوشوں سے یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے التجا ہے وہ اس کتابچہ کو راقم ، ناشرین اور قارئین کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

ابوالمنیب محمد علی خاصخیلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اعتکاف

معنی ومفہوم

اعتکاف کے لغوی معنی ہیں ٹھہرنا اور رکنا (لسان العرب ۲۵۲/۹، مصباح المنیر ۴۲۴/۲) یا کسی چیز کو اپنے لیے لازم کر لینا اور اپنے نفس کو اس پر مقید کر دینا (فتح الباری ۳۱۸/۴، بلوغ الامانی ۲۳۸/۱۰)

جبکہ شرعی اصطلاح میں کوئی شخص اللہ کا تقرب حاصل کرنے، اس کی عبادت ذکرواذکار کرنے کی نیت سے مسجد میں ایک خاص مدت کے لیے قیام کرے تو اسے اعتکاف کہتے ہیں۔

(المحلی لابن حزم ۱۷۹/۵، المفردات فی غریب القرآن صفحہ ۲۵۹، فتح الباری ۳۱۸/۴ طرح التثریب للعراقی ۱۶۶/۴، بلوغ الامانی ۲۳۸/۱۰، السلسبیل فی معرفۃ الدلیل ۲۰۰/۲)

فضیلت

بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تقرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے مسجد میں آ کر اعتکاف (قیام) کرنا ایک بہت بڑی عبادت وسعادت ہے، اور بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں یہ سعادت حاصل ہو جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعتکاف کی فضیلت میں متعدد روایات منقول ہیں مگر وہ سنداً صحیح نہیں ہیں۔ لیکن عموماً مسجد میں قیام کرنے، اس میں عبادت کی غرض سے بیٹھنے کی بڑی فضیلت وارد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے!

المسجد بیت کل تقی و تکفل اللّٰہ لمن کان المسجد بیته بالروح والرحمة والجواز علی صراط الی رضوان اللّٰہ الی الجنة۔

(معجم الکبیر ومعجم الصغیر للطبرانی ومسند البزار وقال البزار اسنادہ حسن وھو کما قال۔ مجمع الزوائد للھیثمی ۲/۲۲ والترغیب والترھیب للمنذری ۱/۲۸۷)

یعنی مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے جس کا گھر مسجد ہے، خوشی، رحمت اور پل صراط سے گذر کر اپنی رضا مندی یعنی جنت کی ضمانت دی ہے۔

یہ خوشخبری اعتکاف کرنے والے کے حق میں بھی ثابت ہے کیونکہ وہ بھی رمضان المبارک ایسے مقدس و بابرکت مہینے میں اپنا تمام کاروبار گھر وغیرہ چھوڑ کر اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے اللہ کے گھر یعنی مسجد کو اپنا گھر بناتا ہے۔ یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا مندی اور جنت کی ضمانت حاصل کرنے

والوں میں سے ایک شخص یہ بھی ہے (انشاءاللہ)

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں!

ما توطن رجل المساجد للصلاة والذکر الا تبشبش اللہ له کما تبشبش اهل الغائب بغائبهم اذا قدم علیهم۔

{(سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۱۴ (۸۰۰) صحیح ابن خزیمہ ۲/۳۷۹ صحیح ابن حبان (الموارد الظمان صفحہ ۹۹ رقم الحدیث ۳۰۹) اسنادہ صحیح}

یعنی جو شخص نماز اور ذکر کرنے کی نیت سے مسجد میں قیام پذیر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے (مسجد میں) آنے سے اتنا خوش ہوتا ہے جیسے گمشدہ شخص کے واپس گھر لوٹ آنے سے اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر اعتکاف کی اور کیا فضیلت ہوگی کوئی شخص محض اللہ کی رضا کی خاطر، اس کی عبادت میں مصروف ہو، دن روزے کی حالت میں ہو اور رات کو قیام کی حالت میں ہو اپنی تمام تر سہولیات کو ترک کر کے اپنے گھر بار کی آسائیشوں کو چھوڑ کر محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے مسجد کو آباد کرتا ہو، وہاں قیام یعنی اعتکاف کرتا ہو۔ صرف اس لیے کہ اس رب ذوالجلال اس کی خطاؤں کو معاف کردے اس سے راضی ہو جائے جب یہ نیت ہو اور وہ بندہ اس قدر پر خلوص ہو تو پھر وہ رب کائنات کیوں نہ اس سے راضی ہو، کیوں نہ اس پر

اپنی رحمت اور بخشش کے دروازے کھول دے، کیوں نہ اس کو اپنی جنت میں داخل کرے۔ بے شک یہی ہے وہ شخص جو اللہ رب العزت کی ان عظیم نعمتوں کا وارث ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق بخشے۔

اقسام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اعتکاف کے متعلق فرماتے ہیں:

ولیس بواجب اجماعاً الا علی من نذره وكذا من شرع فيه فقطعه عامداً عند قوم (فتح الباری ۴/۳۱۸)

یہ اجماعی طور پر واجب نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی اس کی نذر مانے یا کوئی اس کو شروع کرے مگر درمیان میں جان بوجھ کر چھوڑ دے تو ان پر اس کی ادائیگی واجب ہے۔

اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد أُجمع المسلمون على استجابه وأنه ليس بواجب و على انه متأكد فى العشر الأ واخر من رمضان (شرح مسلم للنووی ۸/۳۱۵)

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اعتکاف مستحب ہے واجب نہیں اور یہ کے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا متاکد ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کی دو قسمیں ہیں:

۱۔فرض یا واجب : یعنی کوئی شخص اس کی نذر یا منت مانے اس قسم کے اعتکاف کو پورا کرنا فرض ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (الحج ۲۹)

یعنی انہیں چاہیے کہ اپنی (مانی ہوئی) نذروں کو پورا کریں۔

اسی طرح زمانہ جاہلیت میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس نذر کے متعلق انہوں نے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اوف بنذرك واعتكف ليلة

یعنی اپنی نذر کو پورا اور ایک رات کا اعتکاف کرو

(صحیح بخاری مع الفتح ۴/ ۳۳۳، صحیح مسلم ۱۱/ ۱۲۴)

۲۔سنت مؤکدہ : ماہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔اور یہ کفایہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر رمضان میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعتكف فى كل رمضان عشره ايام فلما كان العام الذى قبض فيه اعتكف عشرين يوما

(صحیح بخاری مع الفتح ۴/ ۳۳۴)

یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن کا اعتکاف فرماتے تھے

پس جس سال آپ نے رحلت فرمائی اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا!

حدیث مذکورو دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں باقاعدہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے☆ نیز اگر کسی سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں اعتکاف نہیں کیا ہوتا تو آپ اس کی قضا ادا فرماتے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھا دیکھی آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کی غرض سے مسجد میں خیمے نصب کروائے تو آپ کو یہ چیز ناگوار گذری اور فرمایا۔

ماحملهن على هذا ؟ البر؟ انزعوها فلا اراها فلم يعتكف فى رمضان حتى اعتكف فى آخر العشر من شوال

(صحیح بخاری ۴/۳۲۲-۳۲۳ واللفظ لہ و مسلم ۱۸-۳۱۷ جلد ۷)

یہ انہوں نے ثواب کی نیت سے نہیں کیا (بلکہ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی کیا ہے) انہیں کھاڑ دو میں انہیں اچھا نہیں سمجھتا (کہ ایک دوسرے کی حرص میں خیمے نصب کیے جائیں) چنانچہ وہ اکھاڑ دیے گئے اور آپ نے بھی (اس سال) رمضان میں اعتکاف نہیں کیا بلکہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اعتکاف کا ارادہ کرے اور پھر وہ

☆ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ۱۰ دن سے زیادہ اعتکاف کرنا چاہے تو بھی جائز و درست ہے۔

رمضان میں اعتکاف نہ کر سکے تو اگر وہ چاہے تو شوال میں اعتکاف کرے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ عام دنوں میں بھی اعتکاف کرنا جائز اور سنت سے ثابت ہے۔

(واللہ اعلم)

مدت: کتاب وسنت میں عام اعتکاف کی کوئی مدت متعین نہیں۔ بلکہ اس کا حکم عام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ (البقرہ ۱۸۷)

یعنی جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔

آیت مذکورہ میں اعتکاف کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی، لہٰذا اعتکاف چاہے ایک رات کا ہو یا چند دن کا ہو یا دس دن یا بیس دن کا درست و جائز ہے۔ نیز اس سے قبل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گذر چکا، جس میں انہوں نے مسجد الحرام میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نذر پوری کرنے کا حکم بھی دیا تھا۔

اسی طرح اگر اعتکاف چند گھڑیوں کا بھی کیا جائے تو جائز ہے۔ اولاً: اس لیے کہ اعتکاف کا معنیٰ ومفہوم ہی یہی ہے کہ ایک خاص وقت کے لیے عبادت و ذکر الٰہی کی نیت سے مسجد میں قیام کرنا اب چاہے وہ وقت کتنا ہی کیوں نہ ہو۔

ثانیاً: سلف صالحین بھی اس کے جواز کے قائل ہیں مثلاً صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انی لا مکث فی المسجد ساعة وما امکث الا لا عتکف

یعنی میں ایک گھڑی مسجد میں بیٹھتا ہوں مگر یہ کہ میری نیت اعتکاف کی ہوتی ہے۔ (المحلی لابن حزم ۱۸۰/۵)

اسی طرح تابعی کبیر سیدنا سوید بن غفلہ رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ

من جلس فی المسجد وهو طاهر فهد عاكف فيه مالم يحدث (المحلی ۱۷۹/۵)

جو شخص مسجد میں بیٹھے اور وہ حالت طہارت میں ہو پس وہ اعتکاف میں ہے جب تک اس کا وضو ٹوٹ نہ جائے۔

نیز عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''جو شخص ثواب کی نیت سے ایک گھڑی ہی مسجد میں بیٹھا وہ اعتکاف میں ہے'' (المحلی ۱۷۹/۵)

البتہ ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری عشرہ یعنی دس دن کا اعتکاف ثابت ہے۔ چنانچہ رمضان میں آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیوں اس کی مدت معلوم ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص کبھی کبھار بیس دن کا اعتکاف کرلے تو یہ بھی جائز ہے

کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال رحلت فرمائی تھی اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا تھا۔ (بخاری مع الفتح ۳۳۴/۴)

کیا اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے

رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں اس لیے جو شخص رمضان میں اعتکاف کرے گا وہ لازماً روزے سے ہوگا مگر غیر رمضان میں اگر کوئی شخص اعتکاف کرنا چاہے تو اس کے لیے روزہ شرط نہیں۔ اگر رکھ لے تو بہتر ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ روزہ کے بغیر اعتکاف نہ ہوگا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا واقعہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک رات کے اعتکاف کی نذر پوری کرنے کی اجازت دی تھی، اس پر دال ہے کیونکہ روزہ رات کا نہیں ہوتا بلکہ دن کا ہوتا ہے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے رات کے اعتکاف کی نذر کو پورا کیا۔ اگر روزہ اعتکاف کے لیے لازمی شرط ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اعتکاف کے ساتھ ساتھ روزے کا بھی حکم فرماتے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ روزے کے بغیر بھی اعتکاف درست ہے۔

اسی طرح جو شخص روزہ کی استطاعت نہیں رکھتا اور اس کے بدلہ فدیہ دیتا ہے وہ بھی اعتکاف کرسکتا ہے۔ اور جس شخص نے رمضان کے مہینہ میں اعتکاف کا ارادہ کیا ہو وہ رمضان میں اعتکاف نہ بیٹھ سکا ہو وہ اگر چاہے تو کسی اور مہینہ

میں اس کا قضا دے سکتا ہے۔یعنی اعتکاف بیٹھ سکتا ہے۔اس کے لیے بھی روزہ رکھنا ضروری نہیں۔روزہ کے بغیر بھی اس کا اعتکاف درست ہوگا۔ہاں جو روزہ رکھنا چاہے تو وہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔اس سلسلے میں سیدنا علی بن ابی طالب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ:

المعتكف ليس عليه صوم الا ان يشترط ذلك على نفسه

(المحلی لابن حزم ۵/۱۸۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی جلد۳ صفحہ ۴۶۱۔۴۶۲)

یعنی معتکف پر روزہ لازم نہیں مگر یہ کہ وہ خود اپنے اوپر لازم کرے۔

اسی طرح سیدنا طاؤس علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

كان ابن عباس لا يرى على المعتكف صياماً الا ان يجعله على نفسه ، قال عطاء ذلك رايى -

(المحلی ۵/۱۸۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۳/۴۶۱ وسنن الکبری جلد۴، صفحہ ۳۱۹ وسنن الصغیر للبیہقی ۲/۱۲۸)

کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ معتکف کے لیے روزہ کو ضروری نہیں جانتے تھے مگر یہ کہ وہ شخص اپنے اوپر خود لازم کرلے۔اس پر عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔

نیز یہی رائے عمر بن عبدالعزیز، ابراہیم النخعی، حسن بصری وغیرھم کی ہے۔

(المحلی ابن حزم ۵/۱۸۱۔۱۸۲، نیز معالم السنن للخطابی ۳/۳۳۸۔۳۳۹ بھی ملاحظہ فرمائیں)۔

البتہ جن احادیث میں اعتکاف کو روزے کے ساتھ مشروط قرار دیا گیا ہے وہ سنداً صحیح نہیں ہیں۔ان میں سے ایک روایت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیش کی جاتی ہے ''**لا اعتکاف الابصوم**'' یعنی روزے کے بغیر اعتکاف نہیں۔مگر اس روایت کے مرفوع ہونے میں شدید اختلاف ہے۔بعض نے اسے امام زہری کا قول قرار دیا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ یہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے۔تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۳/۶۱،سنن الدار قطنی ۲/۲۰۱،نصب الرایۃ للزیلعی ۲/۴۸۶۔۴۸۸ وغیرھم)

احکام ومسائل:۔ ہر عمل سے پہلے اس کی نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ آپ صلی اللہ کا ارشاد ہے

"**انما الاعمال بالنیات وانما لکل امریء مانوی**" (بخاری وغیرہ)

یعنی اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا۔

لہذا اعتکاف سے قبل نیت کرنا ضروری ہے۔یعنی دل میں اعتکاف کا ارادہ کرے۔اس لیے کہ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں ، احناف کے معتبر عالم مولانا عبدالسبحان شاد لکھتے ہیں۔

شرعی نقطہ نگاہ سے بھی اگر دیکھا جائے تو زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ الفاظ کے نیت کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔۔۔۔۔اسوہ رسول اور سیرت صحابہ کی مستند

ومستحکم کتابیں آج بھی پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بعد کی ایجاد ہے جس پر مہر نبوت اور مہر صحابہ ثبت نہیں۔

(تحفۃ الصیام للخواص والعوام صفحہ ۹۶۔۴۹۰)

لہذا بعض لوگوں نے جو اعتکاف کی نیت ”**نویت سنة الاعتکاف لله تعالیٰ**“ کہ ”میں اللہ تعالیٰ کے لیے سنت اعتکاف کی نیت کرتا ہوں“ ایجاد کر رکھی ہیں اس کے بدعت اور بناوٹ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لہذا اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۱: اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ میں ہو:

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا کہ آپ ہمیشہ آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ اس کے متعلق ضروری تفصیل سابقہ صفحات میں بیان ہو چکی۔

مسئلہ ۲: اعتکاف مسجد میں ہی ہو

اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا شرط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ (البقرہ:۱۸۷)

اور تم ان (بیویوں) سے مباشرت نہ کرو اس حال میں کہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھنے والے ہو۔

معلوم ہوا اعتکاف وہ ہے جو مسجد میں ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیشہ

مسجد میں ہی اعتکاف فرمایا ہے۔

نافع بن عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے مسجد نبوی میں وہ جگہ دکھلائی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم مع النووی ۳۱۵/۸، ابوداؤد مع مختصر المنذری ۳۴۱/۳)

واضح رہے کہ اعتکاف ہر مسجد میں ہوسکتا ہے، البتہ جہاں جمعہ ہوتا ہو تو وہاں بہتر ہے تاکہ معتکف کو مسجد سے نکلنے کی ضرورت پیش نہ آئے بصورت دیگر معتکف لاعتکاف کرنے والا اگرایسی مسجد میں ہے جہاں جمعہ نہیں ہوتا تو اس مسجد میں جاسکتا ہے۔ جہاں جمعہ ہوتا ہو۔ باقی یہ کہنا کہ جامع مسجد کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں اعتکاف نہیں ہوسکتا تو یہ قول بلادلیل ہے کتاب وسنت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ (واللہ اعلم)

مسئلہ۳۔ ہر فرد کے لیے علیحدہ علیحدہ خیمے نصب کیے جائیں

ہراعتکاف کرنے والے شخص کو چاہیے کہ وہ اپنا خیمہ الگ سے نصب کرے۔

چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (آپ کے اعتکاف کے لیے) میں آپ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگادیتی اور آپ صبح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔ پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ کھڑا کرنے کی اجازت چاہی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت

دے دی اور انہوں نے خیمہ کھڑا کرلیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لیے) خیمہ کھڑا کرلیا۔

(الحدیث) (بخاری ۴/۳۳۲۔۳۳۳)

معلوم ہوا کہ ہر فرد اپنے لیے الگ الگ خیمہ نصب کرے۔

مگر آج کل مساجد میں اعتکاف کرنے والوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اگرچہ خیمہ تو اپنا الگ نصب کرتے ہیں مگر ہوتے وہ کسی ایک ہی خیمہ میں ہیں، وقت پاس کرنے کی غرض سے گپیں ہانکتے ہیں، ہنسی مذاق اور شور شرابہ کرتے ہیں، بعض لوگ تو اپنے ساتھ ریڈیو وغیرہ بھی رکھتے ہیں۔ امام ابن قیم رحمتہ اللہ اعتکاف کا مسنون طریقہ ذکر کرنے کے بعد کیا خوب فرماتے ہیں کہ!

”آج کل کے جہلاء اپنی جائے اعتکاف دس آدمیوں کے برابر وسیع کرلیتے ہیں اور ملاقاتیوں وزائرین کے لیے مجلس بنالیتے ہیں، پھر ان کے ساتھ دنیا بھر کی باتیں کر ڈالتے ہیں (ان لوگوں کے اعتکاف کا) یہ الگ رنگ ہے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف ایک الگ رنگ رکھتا تھا“۔

(زاد المعاد ۱/۴۳۷ صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن قیم صفحہ ۱۹۸)

لہذا ان تمام حرکات سے اعتکاف محض بے مقصد ہو کر رہ جاتا ہے اور مساجد کا احترام بھی پامال ہوتا ہے۔ جبکہ اعتکاف کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے

بذریعہ عبادت، ذکر واذکار، نوافل کی پابندی کرتے ہوئے گڑگڑا کر دعائیں کرتے ہوئے اپنے تعلق کو مضبوط بنایا جائے اور اسی لیے تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کی جاتی ہے۔ مگر اس قسم کی حرکات سے ہم اللہ تعالیٰ سے قربت تو دور بلکہ الٹا اس کا غضب لے کر نکلتے ہیں۔ اللہ ہمیں محفوظ فرمائے۔

مسئلہ ۴۔ معتکف (خیمہ) میں کب داخل ہو

مندرجہ بالا صفحات میں یہ حدیث متعدد بار گذر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ جائے اعتکاف (یعنی معتکف) میں فجر نماز پڑھ کر داخل ہوتے تھے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ!

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اراو ان يعتكف صلى الفجر ثم دخل فى معكتف (ابوداؤد ۳۳۹/۳، ابن ماجہ صفحہ ۲۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر معتکف میں داخل ہوتے (بخاری وغیرہ میں صبح کی نماز پڑھ کر داخل ہونے کا ذکر ہے)۔

اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء سورج غروب ہونے سے ہوتی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ کا اعتکاف کیا

کرتے تھے لہذا آخری عشرہ شروع ہونے سے قبل والی رات مسجد میں گذارنی ہوگی اوراگلی صبح فجر کی نماز پڑھ کر معتکف میں داخل ہونا ہوگا۔مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے معتکف ۲۰ تاریخ کی فجر نماز پڑھ کر جائے اعتکاف میں داخل ہوگا یا اکیس تاریخ کی فجر کے بعد داخل ہو؟

اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف مشہور ہے۔بعض ۲۰ کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض ۲۱ کو ہمیں احادیث مبارکہ میں تو اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی لیکن قرائن سے معلوم ہوتا کہ معتکف ۲۰ کی فجر نماز پڑھ کر جائے اعتکاف میں داخل ہو۔

(واللہ اعلم)

اس سلسلے میں درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یجاور فی العشر الاواخر من رمضان ویقول تحروا لیلة القدر فی العشراہ واخر من رمضان"

(بخاری ۳۰۵/۴، مسلم ۳۱۲/۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کا آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے اور فرماتے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر کو تلاش کرو۔

۲۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان

کے درمیانہ عشرہ میں اعتکاف کیا، بیس راتوں کے گذر جانے کے بعد جب اکیسویں تاریخ کی رات آئی تو شام کو آپ گھر واپس آجاتے {(ایک روایت میں ہے کہ آپ ۲۰ تاریخ کو صبح کو اعتکاف سے نکلے اور ہمیں خطبہ دیا، اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب اکیسویں تاریخ کی رات آئی۔ یہ وہ رات ہے جس کی صبح آپ اعتکاف سے باہر آجاتے تھے] جو لوگ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی اپنے گھروں میں واپس آجاتے۔ایک رمضان میں آپ جب اعتکاف کیے ہوئے تھے تو اس رات میں بھی (مسجد ہی میں) مقیم رہے۔ جس میں آپ کی عادت گھر آجانے کی تھی پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ میں اس (دوسرے) عشرہ میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔ لیکن اب مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ اس اس (آخری) عشرہ میں مجھے اعتکاف کرنا چاہیے۔ اسی لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ معتکف میں ٹھہرا رہے اور مجھے یہ رات (شب قدر) دکھائی گئی لیکن پھر بھلوادی گئی۔ اس لیے تم لوگ اسے آخری عشرہ (کی طاق راتوں) میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو دیکھا کہ اس رات کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر اس رات آسمان ہر ابر ہوا اور بارش برسی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ (چھت سے) پانی ٹپکنے لگا یہ اکیسویں

کی رات کا ذکر ہے۔(ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ صبح کی نماز کے بعد واپس ہو رہے تھے اور آپ کے چہرہ مبارک پر کیچڑ لگی ہوئی تھی (صحیح بخاری مع الفتح ۴/۳۰۵ واللفظ لہ، صحیح مسلم ۸/۳۰۸)

۳۔صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اعتکاف ہی میں تھے اور خیمہ سے سر مبارک باہر نکال کر صحابہ سے خطاب فرمایا اور فرمایا کہمعلوم ہوتا ہے کہ آپ اعتکاف ہی میں تھے اور خیمہ سے سر مبارک باہر نکال کر صحابہ سے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ

فمن احب منکم ان یعتکف فلیعتکف فاعتکف الناس معه

(صحیح مسلم ۸/۳۰۹)

بس تم میں سے جو چاہے وہ پھر سے اعتکاف کر لے۔پھر لوگوں نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا۔

۴۔ایک اور روایت میں ہے کہ آپ دوسرے عشرہ کا اعتکاف کر کے خیمہ سے باہر تشریف لے آئے تھے اور خیمہ کھول دینے کا حکم بھی فرمایا تھا مگر بعد بذریعہ وحی معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے آپ نے پھر سے خیمہ نصب کرنے کا حکم فرمایا۔اور اعتکاف کے تسلسل کو جاری فرمایا(صحیح مسلم ۸/۳۱۱)

مذکورہ احادیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(i) آپ کے اعتکاف کا مقصد لیلۃ القدر کو تلاش کرنا تھا۔اس لیے آپ نے رمضان کے تینوں عشروں میں اعتکاف فرمایا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ رات آخری عشرہ میں ہے اس لیے آپ خود بھی آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ اور صحابہ کو بھی ترغیب دیتے تھے۔

(ii) آپ کا عام معمول یہی تھا کہ آپ درمیانے عشرہ کا اعتکاف مکمل کرکے ۲۰ رمضان کی صبح یا شام گھر لوٹ آتے تھے۔مگر اس دن (یعنی ۲۰ رمضان کو) گھر نہیں لوٹے اور معتکف (خیمہ) ہی میں رہے۔ اور خیمے میں سے ہی صحابہ کو خطاب کیا اور جو صحابہ اپنے گھروں کو جا چکے تھے انہیں دوبارہ خیمے نصب کرنے اور اعتکاف میں بیٹھنے کا حکم فرمایا۔

(iii) یعنی آپ نے تیسرے عشرہ کے اعتکاف کا آغاز ۲۰ رمضان سے کیا۔اور اسے آخری عشرہ قرار دیتے ہوئے صحابہ کو بھی معتکف رہنے کا حکم فرمایا۔

(iv) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ نے اکیسویں شب معتکف میں ہی گذاری۔نہ کہ معتکف سے باہر۔

اسی پر ذرا غور فرمائیں کہ اگر اعتکاف کرنے والا اکیسویں رات مسجد میں گذارے اور اکیسویں کی فجر پڑھ کر معتکف میں داخل ہو،تو وہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی اس سنت سے محروم ہوگا یانہیں؟ کیونکہ احادیث میں تو یہ مذکور ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیسویں رات معتکف میں ہی گذاری ہے۔اور آپ کا یہ رات معتکف سے باہر گزارنا ثابت ہی نہیں (واللہ اعلم)

(۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی حکم فرمایا کہ شب قدر کو آخری دس تاریخوں میں تلاش کرو اور ہر طاق رات میں ڈھونڈو۔(صحیح مسلم ۳۰۸/۸ بھی ملاحظہ ہو)

ظاہر بات ہے کہ آخری عشرے کی طاق راتیں تو ۲۱۔۲۳۔۲۵۔۲۷۔۲۹ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں (یعنی اپنے معتکف میں رہتے ہوئے) ۲۱ ویں شب بطور لیلۃ القدر بتلائی گئی۔

چنانچہ ان قرائن سے معلوم ہوا کہ اعتکاف ۲۰ تاریخ سے شروع کرنا چاہیے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ۲۱ ویں شب معتکف میں ہی بسر ہو تاکہ آپ کی سنت کے ساتھ ساتھ آپ کے حکم پر بھی عمل ہو سکے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

ممکن ہے کہ کوئی شخص اس پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہے کہ اگر کوئی شخص ۲۰ کی فجر سے اعتکاف شروع کرتا ہے اور چاند ۳۰ تاریخ کا ہو جائے تو ایسی صورت میں معتکف کو ایک عشرہ سے ۱۲ گھنٹے زائد اعتکاف میں بیٹھنا پڑے گا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کا ایک عشرہ سے زائد اعتکاف بیٹھنا تو ثابت ہے۔مگر ایک عشرہ سے کم نہیں اور اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ کہ اگر کوئی شخص ۲۱ کی فجر سے اعتکاف کا آغاز کرتا ہے اور چاند ۲۹ تاریخ کا ہو جائے تو کیا اس کا اعتکاف ایک عشرہ سے کم ہو گا یا نہیں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسی طرح ۲۱ ویں کی شب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف میں ہی گذاری ہے وہ اسے معتکف سے باہر گذارنی پڑے گی۔لہذا یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ ۲۰ ویں کی فجر پڑھ کر معتکف، جائے اعتکاف میں داخل ہو جائے تا کہ اسے لیلتہ القدر کی ایک رات (یعنی اکیسویں کی رات) حالت اعتکاف میں نصیب ہو۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

یہی موقف ہمارے مربی وشیخ علامہ بدیع الدین راشدی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے (ملاحظہ بدیع التفاسیر ۶۳۶/۳)

مسئلہ ۵: معتکف اپنے ساتھ ضروری اشیاء رکھ سکتا ہے

اعتکاف کرنے والا اپنے ساتھ چارپائی، بستر، ودیگر ضروریات زندگی کی اشیاء رکھ سکتا ہے۔ابن عمر رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں۔

كان اذا اعتكف طرح له فراشه او يوضع له سريره وراء اسطوانة التوبة [سنن ابن ماجہ صفحہ ۲۵۲۔۱۷۷۴]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تو آپ کے لیے بستر بچھا دیا جاتا ستون توبہ (مسجد نبوی کے ایک ستون کا نام ہے) کے پیچھے آپ کی چارپائی رکھ دی جاتی۔

مسئلہ ۶: اعتکاف کرنے والا اپنے ملاقات کرنے والے سے ملاقات کرسکتا ہے۔

معتکف کی زوجہ یا دیگر اہل خانہ یا مہمان وغیرہ اگر کسی ضروری حاجت کے لیے اس سے ملنا چاہیں تو وہ ملاقات کرسکتا ہے۔اسی طرح معتکف اپنی زوجہ کو گھر تک رخصت کرنے کے لیے باہر جاسکتا ہے۔ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

انها جاء ت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى اعتكافه فى المسجد فى العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبى صلى الله عليه وسلم معها يقلبها۔ (بخاری۳۶۶/۴)

وہ رمضان کے آخری عشرے میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں تھوڑی دیر تک باتیں کی پھر واپس ہونے کے لیے کھڑی ہوئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں (گھر تک) پہنچانے کے لیے کھڑے ہوئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت بات چیت بھی کی جاسکتی ہے اور ملاقات بھی۔ مگر ہمارے بعض مذہبی حلقوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ معتکف اپنے چہروں کو کسی مریض کی طرح کپڑے سے باندھ کر رکھتے ہیں۔ اور ضروری سے ضروری بات کا جواب دینے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ یہ عمل درست نہیں بلکہ اس قسم کے تکلفات تو صوفیاء کے ہاں ہی ہوتے ہیں۔ دین اسلام آسان دین ہے۔ لہذا ضروری معاملات کے حل کے لیے ملاقات کرنے یا گفتگو کرنا جائز و درست ہے۔

مسئلہ ۷: اعتکاف کی حالت میں اپنی زوجہ سے مباشرت منع ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے معتکف کو مباشرت وغیرہ سے منع فرمایا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ...الآية (البقرة ۱۸۷)

اور جب تم مساجد میں حالت اعتکاف میں ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت (ہمبستری) نہ کرو یہ اللہ کے حدود ہیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص مسجد میں اعتکاف میں بیٹھا ہو۔ خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان، دن ہو یا رات اس کا اپنی بیوی سے جماع کرنا

حرام ہے جب تک اعتکاف پورا نہ ہو جائے۔

نیز امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ، قتادہ رحمتہ اللہ علیہ، مقاتل رحمتہ اللہ علیہ وغیرھم کا بھی یہی قول ہے کہ مسجد میں اعتکاف کیے ہوئے شخص پر جماع کرنا حرام کیا گیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۲۴۰) الدر المنثور للسیوطی ۱/۲۰۲۔۲۰۳ وغیرہ)

نیز امام ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مباشرت سے مراد جماع یعنی ہمبستری اور اس کے اسباب ہیں جیسے بوس و کنار وغیرہ البتہ کسی چیز کا لینا دینا وغیرہ جائز ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں میری طرف سر جھکا دیا کرتے تھے میں آپ کے سر میں کنگھی کر دیا کرتی تھی حالانکہ میں حیض سے ہوتی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۲۴۰)
یعنی مباشرت چاہے، بوس و کنار یا مساس یا وہ اعمال جن سے شہوت میں تحرک پیدا ہو، حرام ہیں، ہاں سر میں تیل لگانا یا کنگھی وغیرہ کرنا یا کسی چیز کا لینا دینا یا بغیر شہوت کے چھونا جائز و درست ہے۔ (واللہ اعلم)

مسئلہ ۸۔ بغیر حاجت کے معتکف (خیمہ) سے نکلنا درست نہیں

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

وكان لا يدخل البيت الا لحاجة اذا كان معتكفا

(بخاری مع الفتح الباری ۴/۳۲۰۔۳۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں بلاضرورت گھر میں تشریف نہ لاتے حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اعتکاف والا اگر کسی ضروری حاجت کے لیے گھر جائے مثلاً قضائے حاجت یا استنجاء وغیرہ یا کھانا کھانے کے لیے تو وہاں زیادہ دیر نہ رکے بلکہ فارغ ہوتے ہی لوٹ آئے، نہ اس کا بیوی سے بوس وکنار کرنا جائز ہے اور نہ ہی اعتکاف کے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا اس کے لیے جائز ہے۔ بلکہ بیمار پرسی کے لیے بھی (خصوصاً) جانا جائز نہیں البتہ راہ چلتے بیمار سے حال احوال پوچھ لے تو یہ اور بات ہے (یعنی جائز ہے) (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۴۰)

آخری عشرہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے

معتکف کو چاہیے کہ اس آخری عشرہ کو موقع غنیمت جانے، اپنے گناہوں کی بخشش کروائے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ تقرب حاصل کرے، کثرت نوافل کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرے، زیادہ سے زیادہ وقت ذکر واذکار میں صرف کرے اور پورے انہماک سے عبادت کرے۔ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب (رمضان کا) آخری عشرہ آتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند پوری طرح کس لیتے اور ان راتوں میں آپ خود بھی جاگتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے۔(بخاری ومسلم۔اللؤلؤ والمرجان ۱/۳۰۶)

کمر کس لینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ پوری مستعدی سے عبادت کرتے۔ بہت محنت کرتے اور عبادت کی غرض سے اپنے اہل وعیال کو بھی جگائے رکھتے تاکہ وہ بھی اللہ رب العزت کی عبادت میں مشغول ہوں۔ یوں تو ہمیشہ ہی عبادت الٰہی کرنا بڑا کارثواب مگر رمضان کے اس عشرہ میں عبادت کرنا بہت ہی بڑا کارثواب ہے۔لہذا ان ایام میں جس قدر بھی عبادت ہوسکے غنیمت ہے۔

ایک اور روایت میں امام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اور دنوں کی نسبت عبادت میں بہت زیادہ محنت کرتے تھے۔(صحیح مسلم مع شرح النووی ۸/۳۲۰_۳۲۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار ملاحظہ فرمائیں، یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ متقی، پرہیز گار اور سب سے زیادہ عبادت گذار تھے، مگر خاص ان دنوں باقی ایام کی نسبت اور بھی زیادہ عبادت فرماتے۔کاش کہ ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق مل جائے۔کتنا سعادت مند اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقے پر عمل کرتا ہے۔اللہ ہمیں بھی توفیق بخشے۔آمین

مسئلہ ۹: خواتین بھی اعتکاف کرسکتی ہیں

اعتکاف چونکہ مسنون عمل اور تقرب الٰہی کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے

لہذا خواتین بھی اعتکاف کرسکتی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اعتکاف فرمایا کرتی تھیں، بلکہ انہوں نے آپ کی زندگی میں بھی اعتکاف کیا اور آپ کی وفات کے بعد بھی اعتکاف کرتی تھیں۔ چنانچہ ایک روایت میں منقول ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعتکاف کرنے کے لیے اجازت طلب کی۔

فأذن لها فضربت فيه قبة (بخاری مع الفتح ۴/۳۳۲۔۳۳۳)

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی اور انہوں نے مسجد میں خیمہ نصب کیا ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں برابر اعتکاف فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھالیا۔

ثم اعتكف ازواجه من بعده (بخاری ومسلم اللولوو المرجان ۱/۳۰۵)

پھر آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔

نیز اگر کوئی عورت مستحاضہ ہوتو وہ بھی اعتکاف کرسکتی ہے۔ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

اعتكفت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم امراة من ازواجه مستحاضة (بخاری مع الفتح ۴/۳۳۰)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کے ساتھ ان کی ایک زوجہ (ام سلمۃ

رضی اللہ عنہا) نے اعتکاف کیا اور وہ استحاضہ میں مبتلا تھیں۔

یعنی ایسی کیفیت ہونے کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع نہیں کیا۔لہذا کوئی عورت شوق اور رغبت کے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اسے منع نہیں کیا جائے گا۔لیکن اس کے لیے چند باتوں کا خیال ضروری ہیں۔

(الف) شوہر یا سرپرست کی اجازت ضروری ہے۔اس لیے اعتکاف ایک نفلی عبادت ہے۔جس طرح مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے، نفلی روزہ رکھنے کے لیے شوہر کی اجازت ضروری ہے اسی طرح اعتکاف کے لیے بھی اجازت ضروری ہے۔اور مذکورہ حدیث میں بھی یہ بات موجود ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اعتکاف سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔لہذا اگر شوہر یا سرپرست اجازت دے تو اعتکاف کرنا چاہیے اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے تو جمہور علماء کرام (امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ واحمد رحمتہ اللہ علیہ وغیرھما) کی رائے کے مطابق اس کے شوہر کو یہ اختیار حاصل ہے وہ اسے روکے اور اس کا اعتکاف ختم کر دے۔

(فتح الباری ۳۲۵/۴، بلوغ الامانی ۲۵۸/۱۰ وغیرھا)

(ب) جس مسجد میں اعتکاف بیٹھنا ہے تو وہاں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ مرد و زن کا اختلاط نہ ہوتا ہو، راستے علیحدہ ہوں، پردہ کا مکمل انتظام ہو، اسی طرح وضو

غسل خانے، قضائے حاجت کی مکمل سہولت موجود ہو۔ جائے اعتکاف کا حصہ مردوں یا مردوں کی آمد و رفت سے بالکل جدا ہو۔ اور اگر ایسی سہولیات موجود نہ ہوں اور فتنہ شر سے بچنا ممکن نہ ہو تو پھر اعتکاف سے اجتناب بہتر ہے۔ کیونکہ مصلحتوں کے حصول سے خرابیوں کا دفاع مقدم ہے یہی وجہ ہے کہ موجودہ حالات کے پیش نظر بعض علماء نے عام مساجد میں عورتوں کے اعتکاف کو مکروہ اور غیر افضل جانا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری ۳۲۵/۴ صفۃ صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم للالبانی وحاشیہ ریاض الصالحین صلاح الدین یوسف ۲۴۱/۲)

مسئلہ ۱۰: کیا خواتین گھر میں اعتکاف کر سکتی ہیں؟

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا شرط ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مسجد میں ہی اعتکاف کیا کرتے تھے اور اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات نے بھی مسجد میں ہی اعتکاف کیا ہے۔ اگر گھروں میں اعتکاف جائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گھروں میں اعتکاف کرنے کا حکم فرماتے یا کم از کم افضل ضرور بتلاتے۔ جس طرح نمازوں کے لیے آپ نے ان کے گھروں کو افضل بتلایا کہ گھر ان کے لیے بہتر ہے۔ جس طرح کہ ارشاد نبوی ہے!

لا تمنعوا نساء کم المساجد و بیوتھن خیر لھن

(ابوداؤد ۱۵۵/۱ (۵۶۷))

یعنی اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکو اور ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔

مگر آپ نے اعتکاف کے معاملے میں ایسا حکم نہیں فرمایا۔

اس لیے عورتوں کو بھی مسجد میں ہی اعتکاف کرنا چاہیے۔لیکن اس کے برعکس بعض علماء عورتوں کو مسجد کی بجائے گھروں میں اعتکاف کرنے کی اجازت دیتے ہیں جو کہ صریحاً کتاب وسنت کے خلاف ہے۔لہذا جو خواتین اپنے گھروں میں یا گھر کے کسی کمرہ یا کونے میں اعتکاف کرتی ہیں تو اس کا اعتکاف درست نہیں۔البتہ جن لوگوں نے اپنے گھروں میں باقاعدہ مسجد تعمیر کی ہوئی ہے اور اس مسجد میں ان کے اہل خانہ محلّہ کی خواتین با جماعت نماز ادا کرتی ہیں۔تو بعض علمائے سلف نے (موجودہ حالات کے پیش نظر) ایسی مسجدوں میں اعتکاف کرنے کی اجازت دی ہے۔ واللہ اعلم

(ملاحظہ ہو السلبیل فی معرفۃ الدلیل ۲/ ۲۰۲، مصنف عبدالرزاق ۴/ ۳۵۰، بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی ۱۰/ ۲۴۱۔۲۴۲)

آخری بات

بھائیوں اور بہنوں! یہ رمضان کی سعادتیں بہت ہی کم لوگوں کونصیب ہوتی ہیں۔اور خاص کراس آخری عشرے کی عبادت ودیگرایام کی عبادتوں سے زیادہ اہم ہے۔کیونکہ اس آخری عشرے میں اللہ رب العزت نے لیلۃ القدر جیسی عظیم شب بھی رکھی ہے۔اوراس رات کی عبادت ہزارمہینوں کی عبادت سے بہتر ہے (سورۃ القدر۳) اور ہم اللہ تعالیٰ سے انتہائی پر امید ہیں کہ ہماری ان راتوں کی تھوڑی سی عبادت کے عیوض ہمیں لیلۃ القدر کے اجر وثواب سے ضرور نوازے گا ۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ ہم اس عشرے کی تمام لمحات کی قدر کریں اور ان کو قیمتی بنائیں اور اس میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی کوشش کریں۔اس کے ساتھ ساتھ ہمیں چاہیے کہ ان تمام امور جو اسلام کے منافی ہیں مثلاً فضول گوئی، جھوٹ، غیبت، چغل خوری، گالم گلوچ، بہتان درازی، حق تلفی، ہیرا پھیری، چوری، کج روی، حسد، بغض، عداوت، حرام خوری، نفرت، کدورت، دغا بازی، وعدہ خلافی، تکبر، عناد ایسی خطرناک برائیوں کو ترک کردیں۔ کیونکہ رمضان کے روزوں اور ان عبادتوں اور کاوشوں کا مقصد ومنبع ہی یہی کہ انسان میں تقویٰ پیدا ہو۔اللہ کا خوف اور پرہیزگاری پیدا ہو۔یاد رکھیے! رمضان کی ان عبادتوں کے بعد روزے اور

اعتکاف کے باوجود بھی اگر ہم ان برائیوں اور گناہوں سے دور نہ ہو سکے اور ان کو نہیں چھوڑا تو پھر ہماری یہ ساری عبادتیں محض بے مقصد اور بے فائدہ ہونگی۔ لہذا ہمیں یہ احتساب کرنا چاہیے کہ رمضان المبارک اور اس اعتکاف سے قبل ہمارے اندر کون سی برائیاں تھیں اور اب ان میں سے کون سی باقی ہیں۔ انتہائی خوش نصیب اور کامیاب ہے وہ شخص جس نے اپنی اصلاح کر لی اور اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان اور اعتکاف کا مقصد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

عورت اعتکاف کہاں کرے

مسجد یا گھر؟

عورت اعتکاف کہاں کرے؟

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله امابعد

رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کا اعتکاف مسنون ہے اور اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہے۔ مرد اور عورت دونوں کے لیے مشروع ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ عورت اعتکاف کہاں کرے۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام مالکؒ، اور امام داؤد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ عورت مسجد ہی میں اعتکاف کرے گھر میں اعتکاف درست نہیں البتہ ان کے نزدیک عورت کے اعتکاف کے لیے مسجد جامع شرط نہیں کیونکہ جمعہ اور جماعت عورت پر لازم نہیں۔ جب کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ عورت گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے۔ محلّہ کی مسجد میں اعتکاف نہ کرے۔

مگر اس میں امام شافعیؒ وغیرہ کا موقف راجح اور درست ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعتکاف کے لیے "وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِيْ الْمَسَاجِدِ" فرمایا ہے کہ مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں تم اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ حکم عام ہے جو مرد وعورت دونوں کو مشتمل ہے کہ اعتکاف کا تعلق مسجد سے ہے خارج مسجد سے نہیں۔ گھر میں جو عموماً مسجد ہوتی ہے وہ مجازاً مسجد ہے اس پر مسجد

کے تمام احکام و مسائل عائد نہیں ہوتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضرت حفصہؓ نے اعتکاف کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ انہوں نے اپنا خیمہ مسجد میں اعتکاف کے لیے بنایا۔ اگر عورت کے لیے مسجد محل اعتکاف نہ ہوتی تو آپ قطعاً اجازت نہ دیتے۔ حافظ ابن عبدالبر اسی بنا پر فرماتے ہیں۔

لولا أن ابن عيينة زاد في الحديث۔ اى حديث الباب ۔انهن استأذن النبي ﷺ في الاعتكاف لقطعت بأن اعتكاف المرأة في مسجد الجماعة غير جائز۔ (فتح الباری ص ۲۸۵، ج ۴)

''اگر امام ابن عیینہؒ اس حدیث میں ازواج مطہرات سے اعتکاف کے لیے اجازت طلب کرنے کا ذکر نہ کرتے تو میں قطعی طور پر کہتا کہ عورت کے لیے مسجد میں اعتکاف جائز نہیں۔''

ازواج مطہرات کا یہ اعتکاف آنحضرت ﷺ کی معیت ہی میں نہ تھا بلکہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں ہے کہ "**ثمَّ اعتكف ازواجه من بعده**" کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ازواج مطہرات اعتکاف کرتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ جہاں وہ آپ کی زندگی میں اعتکاف کرتی تھیں آپ کے بعد بھی ان کا وہیں اعتکاف ہوتا تھا۔ گھر میں ان سے اعتکاف قطعاً ثابت نہیں۔

امام ابوحنیفہ ؒ کو فرماتے ہیں کہ عورت جامع مسجد میں اعتکاف نہ کرے بلکہ گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے مگر اس سے ان کی مراد افضلیت کا بیان ہے۔ حرمت یا کراہت تحریمی قطعاً مراد نہیں۔ چنانچہ علامہ علاء الدین کاسانی لکھتے ہیں:

وروی الحسن عن أبی حنیفة أن للمرأة أن تعتکف فی مسجد الجماعة وإن شاء ت اعتکفت فی مسجد بیتها ومسجد بیتها افضل لهامن مسجد حیها ومسجد حیها افضل لها من المسجد الاعظم وهذا لایوجب اختلاف الروایات بل یجوز اعتکافها فی مسجد الجماعة عن الروایتین جمیعاً بلا خلاف بین اصحابنا والمذکور فی الأصل محمول علی نفی الفضیلة لا علی نفی الجواز توفیقاً بین الروایتین.الخ ۔ (بدائع الصنائع ص١٠٦٦ ج٣)

’’کہ حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ عورت کو چاہیے کہ وہ مسجد جماعة میں اعتکاف کرے اور اگر چاہے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے، گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا اس کے لیے افضل ہے۔ محلّہ کی مسجد سے اور محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کرنا بڑی مسجد میں اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔‘‘

امام صاحب سے مروی دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ ہمارے اصحاب کے مابین بلا اختلاف دونوں روایتوں سے محلّہ کی مسجد میں اعتکاف جائز ہے۔ اور امام محمد کی کتاب الاصل میں جو کچھ ہے وہ فضیلت کی نفی

پر محمول ہے جواز کی نفی پر نہیں۔ دونوں روایتوں میں تطبیق کی یہی صورت ہے۔

علامہ ابن ہمام بھی صاحب ہدایہ کے قول "**اما المرأة فتعتكف فی مسجد بيتها**" کہ عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے کی تشریح و توضیح میں لکھتے ہیں۔

ای الأفضل ذلك ولو اعتكفت فی الجامع او فی مسجد حيها وهو افضل من الجامع فی حقها جاز وهو مكروه ذكر الكراهة قاضی خان. (فتح القدیر ۱۰۹ ج ۲)

"کہ اپنے گھر کی مسجد میں عورت کا اعتکاف افضل ہے اور اگر جامع مسجد میں یا محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کرتی ہے تو یہ جائز ہے اور محلّہ کی مسجد میں اعتکاف اس کے لیے افضل ہے مسجد میں اعتکاف کی کراہت کا ذکر قاضی خاں نے کیا ہے۔"

گویا محلّہ کی مسجد میں یا جامع مسجد میں کراہت کا قول قاضی خاں کا ذکر کردہ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ یا ان کے تلامذہ سے اس کا ثبوت نہیں۔ قاضی خاں یا بعض دیگر حضرات نے عورت کے لیے مسجد میں اعتکاف کو تو مکروہ لکھا ہے مگر علامہ شامیؒ نے یہ وضاحت فرمادی ہے کہ "**ای تنزیها**" کہ یہ کراہت تنزیہی ہے۔ تحریمی نہیں۔

(ردالمختار ص ۴۴۱ ج ۲)

اگر تحریمی مراد ہوتی تو اس کا جواز کسی اعتبار سے بھی درست نہ ہوتا۔ محیط

السرخسی کے حوالہ سے منقول ہے۔

ولواعتکفت فی مسجد الجماعة جاز ویکرہ۔ (عالمگیری ص ۲۱۱ ج ۱)

''کہ اگر عورت جامع مسجد میں اعتکاف کرے تو جائز ہے اور مکروہ ہے۔''

گویا علامہ شمس الدین السرخسی نے بھی اسے جواز مع الکراہت قرار دیا ہے، اس کے بعد عالمگیری کے مرتبین نے مزید اس کی وضاحت کردی ہے کہ:

والأول افضل ومسجد حیها افضل لها من المسجد الاعظم۔

''کہ اول یعنی گھر کی مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف افضل ہے اور محلّہ کی مسجد میں اعتکاف جامع مسجد میں اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔''

اسی طرح فتاوی التاتارخانیہ میں ہے۔

ولاتعتکف المرأة فی مسجد جماعة فی ظاهر الروایة وعن ابی حنیفة ان شاءت اعتکف فی مسجد بیتهاوان شاءت فی مسجد جماعة إلاان مسجد بیتها افضل من مسجد حیها ومسجد حیها افضل من المسجد الأعظم ولاتعتکف فی بیتها فی غیر مسجد۔ (التاتارخانیہ ص ۴۱۱ ج ۴)

''ظاہر الروایہ میں ہے کہ عورت جامع مسجد میں اعتکاف نہ کرے اور امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ عورت اگر چاہے تو گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے اور اگر چاہے تو مسجد جماعۃ میں اعتکاف کرے۔ البتہ اس کے گھر کی مسجد اس کے محلّہ کی مسجد سے اور محلّہ کی مسجد بڑی مسجد سے افضل ہے اور وہ مسجد کے علاوہ گھر

میں کسی دوسری جگہ اعتکاف نہ کرے۔"

اسی طرح مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں:

یستحب لها ان تعتکف فی مسجد بیتهاالانه ابعد عن الفتنة وبنی حالها علی الترفلواعتکف فی مسجد جماعت فی خباء ضرب لها فیه لا بأس به لثبوت ذلك عن ازواج النبی ﷺ فی عهده کما ثبت ذلك فی صحیح البخاری۔ (عمدۃ الرعایہ ص۳۲۲ ج۱)

"کہ عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے کیونکہ یہ فتنہ سے محفوظ رہنے اوراس کی حالت ستر کے لیے یہی مناسب ہے۔لیکن اگر وہ جامع مسجد میں اپنے خیمہ کے اندر اعتکاف کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ ازواج مطہرات سے آنحضرتﷺ کے دور میں یہ ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔"

علمائے احناف کی ان تصریحات سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔رہا محلے کی مسجد یا جامع مسجد میں اعتکاف تو وہ ان کے ہاں بھی ناجائز نہیں۔ بلکہ جائز ہے زیادہ سے زیادہ گھر سے باہر کی مسجد میں اعتکاف مکروہ تنزیہی ہے۔جیسا کہ بعض فقہاء کرام نے کہا ہے۔قابل غور بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اوران کے متبعین نے

مطلقاً گھر میں اعتکاف کی نہیں بلکہ گھر کی مسجد میں اعتکاف کی اجازت کی ہے جیسا کہ التاتارخانیہ کے حوالہ سے آپ پڑھ آئے ہیں۔علامہ کاسانی ؒ بھی رقمطراز ہیں۔

ولیس لها ان تعتکف فی بیتها فی غیر مسجد وهوالموضع المعد للصلاة لانه لیس لغیرذلك الموضع من بیتها حکم المسجد فلایجوز اعتکافها فیه۔ (بدائع ص۱۰٦۷ج۳)

’’اس کے لیے درست نہیں کہ وہ مسجد کے علاوہ گھر کی کسی جگہ میں اعتکاف کرے اور اس مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جو نماز کے لیے مقرر کی گئی ہو۔کیونکہ اس کے علاوہ گھر میں جو جگہ ہے اس کا حکم مسجد کا نہیں ،اس لیے اس میں اعتکاف جائز نہیں۔‘‘

علمائے احناف نے اعتکاف کو نماز پر قیاس کیا ہے کہ جیسے عورتوں کے لیے مسجد کی بجائے گھر میں نماز پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔اسی طرح اعتکاف بھی گھر میں افضل ہے۔حالانکہ آنحضرت ﷺ نے مطلقاً "**بیوتهن خیرلهن** " کہ عورتوں کے لیے ان کے گھر بہتر ہیں فرمایا ہے۔حضرت ام حمید کی روایت میں ہے۔

وصلاتك فی بیتك خیر من صلاتك فی مجرتك وصلاتك فی حجرتك

خیـرمـن صـلاتك فــی دارك وصلاتك فی دارك خیـر من صلاتك فی مسجدقومك وصلاتك فی مسجد قومك خیر من صلاتك فی مسجد هی

(مسند احمد، ص ۳۷۱، ج ٦ وغیرہ)

''کہ تیری نماز تیرے گھر کے اندر کمرے میں بہتر ہے'' تیرے حجرے میں پڑھنے سے اور تیری نماز تیرے حجرے میں (یعنی صحن یا برآمدہ) میں بہتر ہے تیرے گھر میں پڑھنے سے اور تیری نماز تیرے گھر یعنی چار دیواری میں بہتر ہے تیری قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے اور تیری قوم کی مسجد میں تیری نماز بہتر ہے میری مسجد میں نماز پڑھنے سے۔''

جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت کے لیے اصل ستر اور پردے کی بنا پر گھر میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے اور اس میں بھی کمرے کے اندر، پھر برآمدہ یا صحن، پھر پورے گھر کی چار دیواری میں نماز پڑھنے کو علی حسب التستر افضل قرار دیا ہے۔ اس میں گھر کی مسجد مراد نہیں۔ لیکن اعتکاف کے لیے جو خود علمائے احناف نے گھر کی مسجد کو مخصوص کیا ہے یہ کس دلیل کی بنا پر ہے اگر یہ دلیل "وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِیْ الْمَسَاجِدِ" ہے تو اعتکاف کے لیے مسجد بہر نوع مشروط ٹھہری۔ گھر اس سے خارج ہو گیا۔ جب کہ مقیس علیہ یعنی نماز میں تو اسی کے لیے گھر کی مسجد کو نہیں بلکہ مطلقاً گھر کو بہتر قرار دیا اور وہ بھی اسی تفصیل

سے کہ کمرے میں نماز سب سے بہتر ہے اس سے کم صحن میں اس سے کمتر گھر کی چار دیواری میں اور اسی طرح اعتکاف میں بھی عورت کے تستر اور فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے یہی تفصیل ملحوظ کیوں نہیں؟ صرف گھر کی مسجد ہی مخصوص کیوں ہے؟ اور یہ بات تو اپنی جگہ بالکل واضح ہے کہ گھر میں نماز کے لیے جو جگہ مخصوص کرلی جائے وہ حقیقۃً مسجد نہیں اور نہ ہی مسجد کے تمام احکام اس پر عائد ہوتے ہیں۔ ورنہ اس کا فروخت کرنا اور کسی اور تصرف میں اس کا استعمال بہر حال ناجائز ٹھہرے گا۔ جب مسجد کے احکام گھر کی مسجد کو شامل نہیں تو "وَاَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ" کے مطابق گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے والی سے مباشرت کی ممانعت کس طرح شامل ہے؟ گھر کی مسجد کے متعلق بعض احکام مسجد کو مختص کرنا اور بعض کو مستثنیٰ قرار دینا کس دلیل پر مبنی ہے۔

علاوہ ازیں اعتکاف کو نماز پر قیاس کر کے عورت کے لیے گھر کی مسجد میں اعتکاف کا حکم اس لیے بھی محل نظر ہے کہ مردوں کے لیے بھی نفلی نماز گھر میں ہی افضل قرار دی گئی ہے۔ حالانکہ ان کے لیے گھر میں اعتکاف سوائے محمدؒ بن لبابہ مالکی کے کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا۔ اعتکاف رمضان بھی تو نفلی عبادت ہے۔ فرض یا واجب بہر حال نہیں۔ نماز پر قیاس کا تقاضہ ہے کہ مردوں کے لیے بھی گھروں میں اعتکاف کی اجازت دی جائے۔ مگر جب آنحضرت ﷺ نے

مسجد ہی میں اعتکاف کیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بھی اعتکاف اور مسجد کا ذکر فرمایا تو ازواج مطہرات نے مسجد ہی میں اعتکاف کیا اور کسی صحابیہ سے گھر میں اعتکاف ثابت بھی نہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کو بھی مسجد ہی اعتکاف کرنا چاہیے۔جیسا امام شافعیؒ وغیرہ نے فرمایا ہے لہٰذا مسجد میں اعتکاف پر انکار اور اسے ناجائز وحرام قرار دینا قطعاً درست نہیں۔

خیر القرون میں عورتیں اعتکاف کرتی تھیں یوں نہیں کہ اعتکاف امہات المومنینؓ کا ہی خاصہ ہے۔حضرت طاوسؒ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت فوت ہوگئی جب کہ اس نے نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں سال بھر اعتکاف کرے گی۔تو انہوں نے اس کے بیٹوں کو اس کی طرف سے اعتکاف کرنے کا فتوی دیا۔ابن شیبہ ص ۹۳ ج ۳۔امام عطاءؒ بن ابی رباحؒ اور امام زہریؒ سے فتوی پوچھا گیا کہ اعتکاف میں بیٹھی عورت کو حیض آجائے تو وہ کیا کرے انہوں نے فرمایا "**رجعت الی بیتھا**" اپنے گھر چلی جائے جب حیض سے فارغ ہو جائے تو اپنے اعتکاف میں لوٹ آئے۔مصنف عبدالرزاق (ص ۳۶۸۔۳۶۹ ج ۳) جبکہ ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت مسجد کے دروازے پر خیمہ سا بنا لے اور ان کے الفاظ ہیں "**المعتکفۃ تضرب ثیابھا علی باب المسجد اذاحاضت**" (ابن ابی شیبہ ص ۹۴ ج ۳) ان آثار اور تابعین کرام کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ

عورتیں مسجد میں اعتکاف کرتی تھیں۔تبھی تو حیض کی صورت میں گھر میں چلے جانے یا مسجد کے باہر دروازے پر خیمہ سا بنا لینے کا فتوی دیا گیا۔گھر ہی میں اعتکاف تھا تو یہ فتوی بے محل اور بے معنی ہے۔

علامہ نوویؒ حضرت عائشہؓ اور اسی باب کی دیگر احادیث کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

وفی هذه الاحاديث ان الاعتكاف لايصح الافی المسجد لان النبی ﷺ وازواجه واصحابه إنما اعتكفوافی المسجد مع المشقة فی ملازمته فلوجاز فی البيت لفعلوه ولومرة لاسيما النساء لأن حاجتهن اليه فی البيوت اكثر وهذا الذی ذكر ناه من اختصاصه بالمسجد وانه لايصح فيغيره للومذهب مالك والشافعی واحمد وداؤد والجمهورسواء الرجل والمرأة۔ (شرح مسلم ص ۳۷۱ ج ۱)

''ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف صرف مسجد ہی میں صحیح ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ اور ازواج مطہرات اور آپ کے صحابہؓ مشقت کے باوجود مسجد ہی میں اعتکاف کرتے تھے اگر گھر میں اعتکاف جائز ہوتا تو وہ گھر میں بھی اعتکاف کرتے اگر چہ ایک بار ہی سہی۔بالخصوص عورتیں کیونکہ ان کی ضروریات گھر سے زیادہ وابستہ ہیں اور یہ جو ہم نے اعتکاف کے لیے مسجد کو مختص کیا ہے اور کہا ہے کہ مسجد کے علاوہ اعتکاف جائز نہیں یہ مذہب امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ،

امام داؤدؒ اور جمہور کا ہے اور اس میں مرد و عورت سب برابر ہیں۔"

اسی طرح حضرت عائشہؓ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وفی ھذاالحدیث دلیل لصحة اعتکاف النساء لانه ﷺ کان اذن لھن وانما منعھن بعد ذالك لعارض۔ (شرح مسلم ص۳۷۲ج۱)

"اس حدیث میں دلیل ہے کہ عورتوں کا اعتکاف (مسجد میں) درست ہے کیونکہ آپ نے انہیں اس کی اجازت دی اور جو منع فرمایا وہ عارضہ کی بنا پر تھا۔"

لہٰذا اعتکاف کا حکم ازواج مطہرات کے لیے خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں جو یہ الفاظ منقول ہیں کہ "**ثم اعتکف ازواجه من بعده**" آپ کے بعد ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔ علامہ علی قاریؒ نے خواہ مخواہ اس کے بارے میں کہہ دیا کہ ان کا یہ اعتکاف گھروں میں تھا۔ (مرقاۃ ص ۳۲۶ ج ۴) علامہ شبیر احمد عثمانی ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "**لاشك انه خلاف الظاھر**" (فتح الملھم ص ۱۹۸ ج ۳) کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات ظاہر حدیث کے مخالف ہے۔ لہٰذا جب ازواج مطہرات نے آنحضرت ﷺ کے بعد بھی مسجد ہی میں اعتکاف کیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ممانعت کا سبب کوئی اور تھا جیسا کہ علامہ نووی وغیرہ نے کہا ہے اور ازواج مطہرات کے لیے خصوصیت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو حضرت عائشہ اور حضرت

حفصہؓ کو اعتکاف کی اجازت دی۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کے متعلق علامہ ابوبکر رازیؒ نے کہا ہے کہ یہ اجازت گھروں میں اعتکاف کے متعلق تھی۔ (احکام القرآن ص ۲۸۷ ج ۱) حالانکہ اگر یہ اجازت گھروں میں اعتکاف کے بارے میں تھی اور مسجد میں اعتکاف ان کے لیے جائز نہ تھا تو آنحضرت ﷺ کے بعد ان کا مسجد میں اعتکاف کرنا اور کسی بھی صحابی کا اس پر اعتراض نہ کرنا چہ معنی دارد؟ اندازہ کیجئے مسلک کی کورانہ حمایت میں کن کن تاویلات کا سہارا لیا گیا ہے۔ علامہ الزبیدیؒ حنفی فرماتے ہیں۔

ثم لاشك فى ان اعتكافه ﷺ كان فى مسجده وكذااعتكاف ازواجه فأخذمنه اختصاص الأعتكاف بالمساجد وانه لايجوز فى مسجد البيت وهوالموضع المهيا للصلاة فيه لافى حق الرجل ولا فى حق المرأة اذلو جاز فى البيت لفعلوه ولومرة لمافى ملازمة المسجد من المشقة لاسيمافى حق النساء۔ (فتح الملہم ص ۱۹۷ ج ۳)

''پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی ﷺ اور اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات کا اعتکاف مسجد میں ہوتا تھا۔ اسی سے اعتکاف کو مسجد کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔ گھر کی مسجد میں مرد وعورت کے لیے وہ جائز نہیں اور گھر کی مسجد سے مراد وہ جگہ

ہے جو نماز کے لیے بنائی گئی ہو۔ اگر گھر میں جائز ہوتا تو وہ گھر میں بھی اعتکاف کرتے اگرچہ ایک مرتبہ ہی سہی کیونکہ مسجد میں ٹھہرنے بالخصوص عورتوں کے لیے مشقت ہے۔"

لہٰذا مشقت کے باوجود کبھی بھی ازواجِ مطہرات نے گھر میں اعتکاف نہیں کیا۔ نہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اور نہ ہی آپ کے بعد تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کا گھر میں اعتکاف درست نہیں۔ علامہ الزبیدی حنفی مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والذی فی کتب اصحابنا المرأة تعتکف فی مسجد بیتها ولو اعتکفت فی مسجد الجماعة جاز والاول افضل ومسجد حیها افضل لها عن المسجد الاعظم ولیس لها ان تعتکف فی غیر موضع صلاتها من بیتها وان لم یکن فیه مسجد لایجوز لها الاعتکاف فیه۔

(فتح الملہم ۱۹۷، ۱۹۸، ج ۳)

"ہمارے اصحاب کی کتابوں میں ہے کہ عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے اور اگر محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کرے تو یہ جائز ہے مگر گھر کی مسجد میں اعتکاف افضل ہے اور محلّہ کی مسجد میں اس کے لیے اعتکاف افضل ہے بڑی مسجد میں اعتکاف کرنے سے اور اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے گھر میں ایسی جگہ

اعتکاف کرے جہاں وہ نماز نہیں پڑھتی ۔اوراگر گھر میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ نہیں بنائی تو اس کے لیے اعتکاف جائز نہیں۔''

علامہ الزبیدیؒ نے جو کچھ فرمایا وہ تقریباً وہی ہے جو علامہ کاسانیؒ وغیرہ کے حوالہ سے ہم نقل کر آئے ہیں۔قابل غور یہ بات ہے کہ اگر مسجد میں عورتوں کا اعتکاف ناجائز یا منسوخ ہے یا مسجد میں اس کا جواز صرف ازواج مطہرات کا خاصہ تھا تو محلّہ کی مسجد میں ان کے لیے اعتکاف کا جواز اور جامع مسجد کی نسبت محلّہ کی مسجد میں ان کے لیے اعتکاف کے افضل ہونے کا دعویٰ کس دلیل کی بنا پر ہے؟

مزید برآں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ علمائے احناف نے "**بیوتهن خیرلهن**" کے فرمان نبوی کی بنیاد پر نماز پر قیاس کرتے ہوئے عورتوں کے لیے گھر کی مسجد میں اعتکاف کا موقف اختیار کیا ہے۔ جب کہ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کی نماز گھر میں بہتر قرار دینے کے باوجود ارشاد فرمایا: **لاتمنعوا نساءکم المساجد** ٦٦ کہ عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور یہ الفاظ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں مشترک ہیں "**لاتمنعوانسائکم المساجدوبیوتهن خیرلهن**" (ابوداؤد۔ بخاری ومسلم وغیرہ)کے الفاظ میں "**اذااستاذنت امرأة احدکم الی المسجد فلایمنعها**" کہ جب تم میں سے کسی کی

بیوی مسجد میں آنے کی اجازت طلب کرے تو اسے منع نہ کرو۔لہٰذا جب عورت کے لیے گھر بہتر قرار دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے اسے نماز کے لیے مسجد میں آنے کی اجازت دی اور ممانعت سے روک دیا تو کم ازکم اعتکاف کے لیے بھی مسجد میں بیٹھنے کی اجازت ہی ہونی چاہیے اور مسجد میں اس کے اعتکاف کی ممانعت کی جسارت نہیں کرنی چاہیے۔جیسا کہ علامہ کاسانی ؒ وغیرہ نے حنفی مسلک کی وضاحت کی ہے لیکن احناف کے نزدیک عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی بھی اجازت نہیں۔اس سلسلے میں متاخرین ومتقدمین احناف کی آراء مختلف ہیں اور اس سلسلے کی تفصیلات بڑی تعجب ناک بلکہ مضحکہ خیز ہیں۔جس کی یہاں گنجائش نہیں۔مگر دیکھا آپ نے کہ عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے ممانعت کرنے کے باوجود حنفی مذہب میں انہیں محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کی اجازت دی گئی اور اسے جامع مسجد میں اعتکاف کرنے سے افضل قرار دیا گیا۔جس سے عورتوں کے لیے مسجد میں اعتکاف کے موقف ہی کی تائید ہوتی ہے۔اور امام شافعیؒ وغیرہ کے مسلک کی حقانیت واضح ہوجاتی ہے۔

TRUEMASLAK @ INBOX.COM